اسلام کی پوری عمارت

عقیدۂ ختم نبوّت پر قائم ہے

دارالعلوم حقانیہ کے دستار بندی جلسے اپنی خصوصیات اور امتیازی شان کی وجہ سے ملک و ملت کے حق میں مفید اور دور رس نتائج کے حامل رہے ہیں۔ ملک کے گوشہ گوشہ سے اکابر علم و فضل اور اعیان ملک کی شرکت اور سامعین کی شمولیت کے لحاظ سے ان جلسوں کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ آج سے تقریباً ۲۰ سال قبل ۱۶-۱۷ مئی ۱۹۵۱ء کو ایسا ہی ایک جلسہ اپنی روایات کو قائم رکھتے ہوئے منعقد ہوا تھا۔ ہمیشہ کی طرح حضرت شاہ جی مرحوم بھی اس میں شریک تھے اور مخصوص انداز میں مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت اور اساسی حیثیت پر روشنی ڈالی اس تقریر کی رپورٹنگ اس وقت پشاور کے ایک ہفت روزہ البلاغ نے کی اور اسے ۸ ؍جون ۱۹۵۱ء کے خصوصی شمارہ میں شائع کیا تھا ہم اسے افادۂ عام اور وقت کی ضرورت کے پیش نظر قارئین کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں جو تذکرہ کے ساتھ ساتھ تبرک بھی ہے۔ (ادارہ)

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ کے سالانہ اجتماع کی دوسری نشست میں رات کے ساڑھے گیارہ بجے مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریر شروع ہوئی۔ حاضرین اس قدر تھے کہ پنڈال کی قناتیں کھول دی گئی تھیں اور دور تک انسان ہی انسان نظر آتے تھے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ اس وقت کی حاضری کم از کم پندرہ ہزار کے لگ بھگ تھی۔

شاہ صاحبؒ نے اپنی تقریر اس وقت شروع کی جب اتفاقی طور پر لاؤڈ سپیکر فیل[1] ہوگیا تھا۔ جو بعد میں ٹھیک ہوگیا۔ شاہ صاحب نے حمد و ثنا کے بعد تقریر شروع کرتے ہوئے فرمایا :

بزرگوں نے میرا امتحان لینا چاہا ہے کہ میں بے لاؤڈ سپیکر بھی بول سکتا ہوں۔ اگرچہ اب بخاری نہ

---

[1] شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کی تقریر کے دوران بجلی کٹ گئی۔ (ادارہ)

بخاری نہیں رہا جو اس مجمع سے زیادہ مجموں کو بھی بغیر لاؤڈ سپیکر کے خطاب کرتا رہا ہے۔ تاہم میں کوشش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے ہمت دے۔ اور آپ بھی دل میں اسکی دعا کرتے رہیں۔

اس کے بعد آپ نے باقاعدہ تقریر کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا۔ اپنی سمجھ میں اتنی بات آچکی ہے کہ مذہب میں - اپنے مذہب میں! مجھے دوسرے مذہب سے تعلق نہیں، نہ میں اس کی کتابیں پڑھتا ہوں، نہ ہی اس کا مطالعہ کرتا ہوں۔ بلکہ اتنا ہی جانتا ہوں کہ مذہب اپنا ہے۔ اسے ہی سمجھو سمجھاؤ ۔۔۔ ہاں تو اپنی سمجھ میں اتنی بات آچکی ہے کہ اپنے مذہب میں تین ہی چیزیں ہیں۔ ایک عقیدہ، پھر عبادت اور معاملات، بس یہ تین چیزیں ہیں۔ میں اس وقت نہ عبادات کے متعلق کچھ کہوں گا، نہ معاملے کے متعلق۔ کیونکہ یہ بات اپنی سمجھ میں آگئی ہے کہ بغیر عقیدے کے کوئی عمل ہوتا نہیں۔ اور عقیدہ ۔۔ ؟ اس کے معنے ہیں اردو میں دل کی بات۔ اور دل کی بات جب دل میں پکی ہو جائے، تب ہی "عقیدۃ" کوئی عمل عمل بن سکتا ہے۔

شاہ صاحب نے کہا کہ علامہ انور شاہ صاحب کی بات یاد آگئی کہ کوڑھی کو جتنی اچھی غذا آپ کھلائیں گے۔ اس کا مرض بڑھے گا۔ اور اطباء اس پر متفق ہیں کہ اس کا بدن گلتا ہی جائے گا، سڑتا ہی جائے گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا ہے، کہ جسکا عقیدہ بگڑ گیا، اسکی روح کوڑھ ہو گیا۔ جتنی عبادت کرے گا۔ اتنا ہی عذاب پائے گا۔ یہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا میں اسکی مثال دیتا ہوں، بتائیے اس شامیانے کی، اس شامیانے کی جو اس وقت آپ کے سروں پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ تو یہ اسی طرح سایہ فگن رہے گا۔؟ کہ زمین پر آرہے گا۔ سامنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاہ صاحب نے کہا وہ سامنے بلند و بالا عمارت ہے، اسکی بنیاد کھوکھلی ہو تو ہر وقت گرنے کا کھٹکا۔ لیکن اگر عمارت معمولی ہے۔ مگر بنیاد مضبوط ہے تو چین سے بسر ہو جائے گی۔ بس عقیدہ درست ہو، کثرت عبادات نہ ہو۔ صرف نمازیں ہی پڑھے۔ انشاء اللہ انجام بخیر ہو گیا۔ اور نوافل بھی ہوں، تہجد بھی ہو۔ اشراق بھی ہو، اوابین بھی ہو۔ ریاضت سب ہو! عقیدہ نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ۔۔ آریہ بھی عبادت کرتے ہیں، ہندو بھی ریاضت کرتا ہے۔ لیکن انہیں جہنمی اور کافر ہی کہا جاتا ہے۔ ہاں ہاں یہودی بھی تسبیح بہت کرتے ہیں۔ لیکن عقیدہ ہے۔ عزیر ابن اللہ کا ہو سے ڈوبا، بالکل لے ڈوبا۔

اب شاہ صاحب کا انداز بیان گرجدار تھا۔ آپ نے کہا لعنت ہو فرنگی پر! اس نے دو سو سال کی منحوس حکومت میں چوٹ لگائی ہمارے بنیادی عقیدے پر، جو جان ہے سب اسلام کی! ۔۔۔ توحید کی جڑ ہے۔ اور وہ عقیدہ ہے ختم نبوت کا، اسلام کا صحیح تصور نبی کے سوا کوئی

پیش نہیں کر سکتا۔ خدا کو تو سب ہی مانتے ہیں اور مانتے تھے۔ خدا کو تو سب ہی پکارتے ہیں۔ خدا کا انکار تو کوئی پرلے درجے کا بیوقوف ہی کرے گا۔ جو اپنے وجود کا تو قائل ہو اور خدا کے وجود کا انکار کرے۔ خدا کو ہر ایک مانتا ہے، چاہے وہ اپنا ہی بنا ہوا تھا۔ جسے صبح کو گھڑا، اور شام کو اس کا خدا ہو گیا —— منکر خدا تو یہ بھی نہ تھے۔ سب خدا کے وجود کے قائل تھے۔ میں کہہ رہا تھا کہ منکر خدا تو ہوئے نہیں البتہ خدا کا صحیح تصور ملتا نہیں —— اگر ملتا ہے تو نبی سے۔ جسے خود خدا نے بنایا۔ وہ خدا تو مر گیا، ٹوٹ گیا، پھوٹ گیا۔ ایک ضرب زیادہ پڑنے سے نکٹا ہو گیا۔ ٹنجا ہو گیا۔ لیکن نبی جو خدا دیتا ہے جس خدا کا تصور نبی سے ملتا ہے، وہ مرتا نہیں، ٹوٹتا نہیں۔ بے عیب ہوتا ہے۔

شاہ صاحب نے اپنے بیان کا مرکز متعین کرتے ہوئے کہا۔ شاہ عبدالقادر صاحب قدس سرہ العزیز نے چالیس سال میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا ہے۔ اس میں اللّٰه الصمد کا ترجمہ شاہ صاحب نے "اللہ نرادھار ہے" کیا ہے۔ نرادھار، نرادھار! (یعنی) جس بن کسی کا کام نہ چلے اور جس کا کام کسی بن نہ اڑے۔ خدا کا یہ تصور نبوت ہی پیش کر سکتی ہے۔ اور کوئی نہیں اور اسکی جڑ زنگی نے کاٹی —— !

شاہ صاحب نے گرجدار آواز میں کہا۔ کیسے پنجاب سے ایک نبی اٹھا۔؟ اٹھا نہیں! اٹھایا گیا۔ ذرا نرم آواز میں شاہ صاحب نے کہا میں نے تو یہ اندازہ لگایا ہے کہ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، وہ پاگل ہے یا پاجی اور ایسے پاجیوں کا سلسلہ مسیلمہ کذاب سے پنجابی نبی تک آیا ہے۔ نبوت ایک مرکز ہے، جسے تومیں فنا کرنے اٹھیں! لیکن اس کا علاج بھی ساتھ ساتھ ہوتا رہا۔

آگے چل کر سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے فرمایا: تصویر کا ایک رخ تو یہ ہے کہ مدعیٔ نبوت کے نقائص کی بنا پر اس کے دعوے کی تردید کی جائے کہ وہ شراب پیتا تھا۔ لہٰذا نبی نہیں۔ اسکی مخبوط الحواسی کی بہت سی دلیلیں ہیں۔ لہٰذا نبی نہیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ایک رخ اور بھی ہے، وہ یہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کرایا گیا۔ قل یا ایھا الناس انی رسول اللّٰه الیکم جمیعاً۔ فرما دیجئے اے پیغمبر! اے لوگو! بیشک میں اللہ کا رسول ہوں۔ نبی ہوں۔ پیغامبر ہوں، ظلی بروزی کا جھگڑا ہی نہیں! تم سب کی طرف! ساری خدائی کی طرف۔ خدا کی ساری بادشاہی کے لئے ایک رسول! آخری رسول! خطاب کیا گیا ہے۔ "اے لوگو! یا ایھا الناس" تو جس نے اس نبوت سے کٹی کاٹی۔ وہ لوگوں میں کہاں رہا۔؟ اس کا شمار انسانوں میں کب ہو گا۔ یہ ہے تصویر کا دوسرا رخ جس سے جھوٹی نبوت کا جھوٹ کھلتا ہے، اور جھوٹے نبیوں کے چہرے کی بدرونقی اس آئینہ میں نظر آتی ہے —— اس کے بعد شاہ صاحب

باقی صفحہ ۴۳ پر